(غلام گردش)

شاہنواز بھٹو، کھڑکیاں اور عمرونگ

کیڈٹ کالج حسن ابدال کے پرنسپل کرنل این ڈی حسن نے وفاقی وزیر قانون، عبدالحفیظ پیرزادہ کو صاف لفظوں میں بتادیا کہ وزیراعم کے بیٹے کو کسی قسم کا امتیازی سلوک، پروٹوکول یا اہمیت نہیں دی جائیگی۔ سکول میں بالکل عام طالبعلموں کی طرح رہنا ہوگا اور عام بچوں جیسا سلوک کیا جائیگا۔ پیرزادہ خاموشی سے وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے پاس واپس گیا۔ بتایا کہ شاہنواز سے درسگاہ میں کوئی خصوصی سلوک نہیں کیا جائیگا۔ ایک منٹ کے بعد بھٹو نے ہاں کردی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان کے وزیراعظم کا بیٹا کیڈٹ کالج حسن ابدال پہنچ گیا۔ نصرت بھٹو بہرحال ماں تھیں۔ انہیں فوجی سکول کی دشواریوں کا مکمل اندازہ تھا۔ یہ جرات تو نہ کرسکیں کہ اپنے شوہر کا ارادہ تبدیل کرواسکے۔ مگر انہوں نے انتہائی دبے لفظوں میں "عمرونگ" یعنی عمر ہوسٹل کے ہاؤس ماسٹر کو بھیگی آنکھوں سے مودبانہ درخواست کی، کہ بیٹا سانس کی بیماری میں مبتلا ہے۔ لہذا اسے بہت زیادہ دوڑنے والی ورزش نہ کروائی جائے۔ سلیمی صاحب جو عمرونگ کے ہاؤس ماسٹر تھے، انتہائی شائستہ طریقے سے کہنے لگے کہ قطعاً کسی قسم کا وعدہ نہیں کرسکتے۔ اہم بات یہ بھی تھی کہ خاتون اوّل یہ ہمت نہ کرپائیں کہ کالج کے پرنسپل سے کچھ بھی کہہ پائیں۔

شاہنواز بھٹو، وزیراعظم کا چھوٹا بیٹا تھا۔ والد کی خواہش تھی کہ سخت ماحول میں رہے تاکہ اسے جفاکش بنایا جاسکے۔ اچھا طالبعلم بھی بنایا جاسکے۔ اس کام کیلئے کیڈٹ کالج حسن ابدال سے بہتر درسگاہ کوئی بھی نہیں تھی۔ فرسٹ ائیر میں آنے والا پندرہ سولہ سال کے نوجوان کو بورڈنگ سکول کا کوئی تجربہ نہیں تھ۔ پرنسپل کا پہلا فیصلہ تھا کہ اسے علیحدہ کمرہ نہیں دیا جائیگا۔ حسن ابدال میں سنگل روم صرف اور صرف ہاسٹل کے ونگ کمانڈر اور تین دیگر سیکشن کمانڈروں کیلئے مختص تھے۔ ہر ہوسٹل میں صرف چار سنگل کمرے تھے اور ان میں اپائنٹمنٹ ہولڈرز پہلے سے موجود تھے۔ اگر یہ کمرے خالی بھی ہوتے، تب بھی فرسٹ ائیر کے کسی طالبعلم کو نہیں دیے جاسکتے تھے۔ شاہنواز بھٹو فرسٹ ائیر میں داخل ہوا تھا۔ عمرونگ کی فرسٹ فلور پر اسے جو کمرہ دیا گیا، اس میں دو اور طلباء بھی موجود تھے۔ درمیانہ سائز کے کمرے میں ہر کیڈٹ کیلئے ایک سادہ سی چارپائی، ایک ٹیبل، ایک کرسی اور آدھی الماری موجود تھی۔ صرف اس کمرے میں ہی نہیں، پورے کالج میں ہر طالبعلم کو صرف یہی اشیاء مہیا کی جاتی تھیں۔ شاہنواز بھٹو کو بھی اسی معمولی سطح کی وہی اشیاء فراہم کی گئیں۔ کہاں قصر اقتدار کا شاندار ماحول اور کہاں کالج کا انتہائی سادہ سا انتظام۔ بھٹو یا انکی اہلیہ نے ایک بار بھی نہیں کہا کہ انکے بیٹے کو علیحدہ کمرہ دیا جائے یا کوئی بہتر چارپائی یا کرسی فراہم کی جائے۔

چند دن گرزے۔ ایک دم شاہنواز کو اندازہ ہوا کہ اسے سانس کی اس درجہ بیماری نہیں کہ باسکٹ بال نہ کھیل سکے۔ ماں کی ہدایت کے بالکل برعکس باسکٹ بال کھیلنا شروع کردی۔ یہ اسکا پسندیدہ کھیل تھا۔ امریکہ میں بھی شوق سے باسکٹ بال کھیلتا رہا تھا۔ دو ماہ میں بہترین طریقے سے کھیلنا شروع کردیا۔ کالج میں گیم کے انچارج سر، جی لارنس تھے۔ تاریخ کے پروفیسر تھے مگر کمال کی باسکٹ بال کھیلتے تھے اور سکھاتے بھی تھے۔ شاہنواز، جی لارنس کے پاس گیا کہ اپنی گیم کو مزید بہتر کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ کالج ٹیم میں آسکے۔ سر لارنس کو پتہ تھا کہ

شاہنواز سانس کے مرض میں مبتلا ہے۔انہوں نے کہا، پرنسپل صاحب سے پوچھ کو جواب دونگا۔کرنل این ڈی حسن نے کالج ڈاکٹر سے شاہنواز کو چیک کروایا۔ڈاکٹر نے بتادیا کہ شاہنواز بڑے آرام سے یہ مشکل گیم کھیل سکتا ہے۔چار ماہ میں سرلارنس نے شاہنواز کی کھیل کو اتنا بہتر کردیا کہ میرٹ پر ٹیم میں آگیا۔آج تک یاد ہے۔تیزی سے دوڑتا ہوا پول کے نزدیک پہنچ کر مہارت سے گیند اُچھالتا تھا اور بال نیٹ میں پہنچ جاتی تھی۔جب وزیراعظم کو پتہ چلا کہ بیٹا باسکٹ بال کھیل رہا ہے تو حیران رہ گئے۔انہوں نے نصرت بھٹو سے پوچھا۔خاتون اوّل کو بالکل اندازہ نہیں تھا کہ شاہنواز اتنی تندہی سے باسکٹ بال کھیل رہا ہے۔کرنل این ڈی حسن سے بڑے ادب سے گلہ کیا، کہ میرے بیٹے کو تو دمہ کا مرض ہے،آپ نے اسے اتنا مشکل کھیل کھیلنے کی کیسے اجازت دی۔پرنسپل کا جواب تھا۔مجھے پورا اطمینان ہے کہ شاہنواز بہترین سپورٹس مین ہے۔آپکو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔اگر اسے کچھ ہوا تو ذمہ دار میں ہونگا۔نصرت بھٹو مکمل طور پر خاموش ہوگئیں، جب تک شاہنواز، حسن ابدال رہا، مسلسل باسکٹ بال کھیلتا رہا۔اسے کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔خاتون اوّل کی ذاتی خواہش کا کوئی احترام نہیں کیا گیا۔کالج انتظامیہ کا کوئی بال بھی بیکا نہ کرسکا۔کیا آج کے پاکستان میں یہ ممکن ہے۔صاحب، ممکن تو دور کی بات، حکم عدولی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

سالانہ پریڈ انتہائی اہم واقعہ ہوتا تھا۔اسکے لیے مشق تین مہینے پہلے شروع کردی جاتی تھی۔مشق انتہائی مشکل اور مشقت والا کام تھا۔مارچ کرنے کے ساتھ ساتھ، ایک ڈیڑھ گھنٹہ مکمل طور پر ساکت رہنے کی تربیت بھی دی جاتی تھی۔مسلسل کھڑا رہنے سے کئی بار بچے بیہوش ہوکر گر جاتے تھے۔مگر پریڈ بلا کسی تعطل کے جاری رہتی تھی۔شاہنواز بڑی محنت سے پریڈ سیکھتا تھا۔کوئی غلطی ہوتی تو ایڈ جوٹنٹ، اسے وہی جسمانی سزا دیتا جو عام طلباء کو دی جاتی تھی۔پریڈ کی تیاری میں ایک چیز انتہائی اہم تھی۔اپنے اپنے کالے فوجی جوتوں کو واٹر پالش کرنا۔یہ پالش کسی طرح بھی عام چیز نہیں تھی۔پانی اور پالش کو ملا کر کئی گھنٹوں کی محنت کے بعد جوتے اس قابل ہوتے تھے کہ پہنے جاسکیں۔کئی بار دو دو دن لگ جاتے تھے، پھر کہیں جا کر اس درجہ چمک آتی تھی کہ ہاؤس ماسٹر مطمئن ہوسکے۔شاہنواز عام پالش تو کرتا ہی تھا مگر اسے واٹر پالش کا کوئی پتہ نہیں تھا۔کسی سے پوچھے بغیر اپنے جوتے وزیراعظم ہاؤس بھجوادیے۔وہاں کسی ویٹر نے واٹر پالش کی۔جب ایک ملازم چمکتے ہوئے جوتے لیکر عمرونگ پہنچا تو پرنسپل، کرنل این ڈی حسن معمول کے راؤنڈ پر تھا۔ملازم بڑے آرام سے جوتے لیکر شاہنواز کے کمرے میں چھوڑ کر واپس آگیا۔پرنسپل صاحب پیچھے پیچھے گئے۔انہیں پتہ چل گیا کہ شاہنواز بھٹو نے سالانہ پریڈ کیلئے جوتے خود پالش نہیں کیے۔کالج میں طوفان آگیا۔کیونکہ یہ بنیادی طور پر درسگاہ کے ڈسپلن کے خلاف تھا۔ہاؤس ماسٹر کو حکم دیا گیا کہ ضابطے کے حساب سے شاہنواز بھٹو کو سخت سزا دی جائے۔سلیمی صاحب یعنی ہاؤس ماسٹر نے سزا دی کہ ہفتہ اور اتوار کو ویک اینڈ ہے۔لیکن سزا کے طور پر شاہنواز گھر نہیں جائیگا۔کیا آپ یقین کرسکتے ہیں کہ سزا کا اصل حصہ کیا تھا۔شاہنواز دو دن تک پورے ہوسٹل کی کھڑکیوں کے شیشے صاف کریگا۔ایسے ہی ہوا۔جب بچہ گھر نہ پہنچا تو نصرت بھٹو خود کالج گئیں کہ بیٹے کو ساتھ لے جائیں۔عمرونگ پہنچی تو پتہ چلا کہ پورا ہوسٹل خالی ہے اور طالبعلم ویک اینڈ پر گئے ہوئے ہیں۔پریشانی میں ہوسٹل کے بیرے سے پوچھا کہ میرا بیٹا کدھر ہے۔بیرے نے بڑے آرام سے جواب دیا کہ کھڑکیوں کے شیشے صاف کررہا ہے۔اتنی دیر میں ہاؤس ماسٹر بھی پہنچ گئے۔انہوں نے خاتون اوّل کو کھل کر بتادیا کہ انکے

صاحبزادے نے کالج ڈسپلن کی خلاف ورزی کی ہے۔سالانہ پریڈ کیلئے جوتے خود پالش نہیں کیے بلکہ وزیراعظم ہاؤس سے کروائے ہیں۔لہذا سزا کے طور پر شیشے صاف کررہا ہے۔ہاؤس ماسٹر نے نصرت بھٹو کو بیٹے سے ملانے کا بھی انکار کردیا، کہ اس دورانیہ میں خاتون اوّل شاہنواز سے نہیں مل سکتیں۔نصرت بھٹو کسی غصہ کے بغیر واپس چلی گئیں۔انہوں نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ میں پرنسپل کو تبدیل کروادونگی یا ہاؤس ماسٹر کو معطل کروادونگی۔بڑے ادب اور احترام کے ساتھ بیگم بھٹو واپس تشریف لے گئیں۔شاہنواز ضابطے کے مطابق دو دن تک ہاسٹل کی کھڑکیاں صاف کرتا رہا۔کیا آج اسکا تصور بھی کیا جاسکتا ہے؟

ایک اور واقعہ بھی بہت اہم ہے۔شروع شروع میں جب بیگم وزیراعظم بیٹے کو ملنے کالج آتی تھیں،تو وزیراعظم ہاؤس کی مرسیڈیز اور دیگر گاڑیاں پورے کالج سے گزر کر عمرونگ تک آجاتی تھیں۔یعنی خاتون اوّل ہوسٹل کے مین گیٹ پر اترتی تھیں۔جب یہ تین بار ہوا تو کالج انتظامیہ کو محسوس ہوا کہ کہ بیگم بھٹو کے علاوہ تمام والدین جب اپنے بچوں کو ملنے آتے ہیں،تو گاڑیاں پارکنگ میں کھڑی کرنے کے بعد پیدل چل کر ہوسٹل تک آتے ہیں۔قانون بھی بعینہ یہی تھا۔شاہنواز بھٹو نے بھی محسوس کیا کہ انکی والدہ ہوسٹل گیٹ تک پروٹوکول کے ساتھ آتی ہیں۔اس سے پہلے کہ کوئی اور کہتا۔کرنل این ڈی حسن نے شائستگی سے ذوالفقار علی بھٹو کے ملٹری سیکرٹری کو فون کیا اور اسے تنبیہ کی کہ نصرت بھٹو صاحبہ ہاسٹل تک گاڑی نہیں لاسکتیں کیونکہ یہ سہولت تمام طلباء کے والدین میں سے کسی کے پاس نہیں ہے۔ملٹری سیکرٹری نے بیگم بھٹو کو منع کیا کہ سرکاری گاڑی کالج کے اندر نہ لیکر جائیں۔کیا آپ یقین کرینگے کہ خاتون اوّل کالج پارکنگ میں عام والدین کی طرح گاڑی پارک کرتی تھیں۔پیدل چل کر ہوسٹل آتی تھیں اور اپنے بچے کو ساتھ لیکر سامنے گراؤنڈ کے پتھریلے بینچ پر بیٹھ جاتی تھیں۔عمرونگ، پارکنگ سے تقریباً ایک فرلانگ دور تھا۔بیگم بھٹو،انتہائی اطمینان سے بغیر کسی لاؤلشکر کے آرام سے پیدل چلتی ہوئی عمرونگ پہنچ جاتی تھیں۔کوئی ہٹو بچو کی آواز بلند نہیں ہوتی تھی۔کئی بار دیکھا کہ بیگم بھٹو کے ساتھ بےنظیر بھٹو اور دیگر اہل خانہ عام والدین کی طرح پیدل چلتے ہوئے بیٹے کے پاس جارہے ہوتے تھے۔آج تک یاد ہے کہ بیگم صاحبہ ساڑھی میں ملبوس ہوتی تھیں۔بےنظیر نے بھی عام سے کپڑے پہنے ہوتے تھے۔کالج انتظامیہ کی طرف سے کسی قسم کا کوئی خصوصی انتظام نہیں کیا جاتا تھا۔ایک سال بعد جب شاہنواز کا داخلہ امریکہ میں ہوگیا تو کالج سے جانا نہیں چاہتا تھا۔اسکے بہت سے دوست بن چکے تھے۔اس نے سادگی سے روتے روتے کالج چھوڑا تھا۔

پتہ نہیں کیوں، مجھے یہ سچے واقعات الف لیلیٰ کی کہانی معلوم ہوتے ہیں۔کیونکہ آج کے پاکستان میں تو انکا تصور بھی محال ہے؟

راؤ منظر حیات